[2] جراب کی حالت

(۱) بعض اہل ظاہر پھٹی ہوئی جرابوں اور موزوں پر بھی مسح کے قائل ہیں۔ان کی دلیل یہ ہے:

''غزوۃ ذات الرقاع میں پیدل چلتے چلتے صحابہ کرام ﷺ کے موزے اور جوتے پھٹ گئے، تو انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر پاؤں سے لپیٹ لیے۔'' [البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع، مسلم الجھاد باب غزوۃ ذات الرقاع عن أبی موسیٰ ﷺ] یقیناً انہوں نے پھٹی ہوئی حالت میں بھی ان کے اوپر مسح کیا ہوگا۔

(۲) صحیح بات یہ ہے کہ واضح پھٹی ہوئی جراب پر مسح درست نہیں؛ کیونکہ

اولاً: مسح کی چیز (موزے اور جراب) کا ساتر ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ننگے پاؤں کو دھونا فرض ہے۔

ثانیاً: غزوۃ ذات الرقاع میں سخت مجبوری تھی، جس پر عام حالات کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ثالثاً: **پھٹا ہوا لباس پہننا سنت کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا ثابت ہے، پھٹا ہوا کپڑا پہننا کبھی ثابت نہیں۔ واللہ أعلم**

مسح کے بعد جراب کو اتارنا: سنا ہے کہ بعد معاصر مفتی صاحبان مسح کے بعد جراب کو اتارنا جائز سمجھتے ہیں۔ اور دلیل میں کہتے ہیں کہ نواقض وضو میں موزے اور جراب کا اتارنا مذکور نہیں۔ یہ فتوی درست نہیں، کیونکہ نواقض وضوئی فہرست بنانا علماء وفقہاء کا کام ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے تو مدت مسح کے اندر موزے کو ''اتارنے سے منع'' فرمایا ہے۔ **عن صفوان بن عسالٍ ﷺ قال: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يأمُرنا إذا كنا سفرًا أن لا ننزِعَ خفافَنا ثلاثةَ أيامٍ وليالَيهنّ إلا مِن جنابةٍ، ولكن مِن غائطٍ وبولٍ ونومٍ.** ''[النسائي ح:۱۲۶، ابن ماجه ح:۴۷۸ وحسنه الألباني، مسند أحمد ۱۸۰۹۱ وصححه الأرنؤط لغيره، صحيح ابن خزيمة ح:۱۷، ۱۹۶، صحيح ابن حبان ح:۱۱۰۰، ۱۳۲۰]

''رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم فرماتے تھے کہ جب ہم سفر میں ہوں تو اپنے موزوں کو تین دن رات تک نہ اتاریں، سوائے اس حالت کے کہ غسل واجب ہو جائے، لیکن پاخانہ، پیشاب اور نیند (نواقض وضو) سے۔''

جس کسی نے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے منع ثابت ہونے کے باوجود موزے اتار دیے، اس کا مسح ختم ہو گیا۔

جب مسح نہ رہا، تو وضو ٹوٹ گیا۔ واللہ أعلم

ادعوا ربّكم تضرعًا وخفيةً

ایک انتہائی قیمتی دعا

محمد یوسف حنیف

عن عبادة ؓ عن النبي ﷺ قال: ''مَن شهِدَ أن لآ إلٰـهَ إلا الله وحدَهُ لا شريكَ لهُ وأنَّ محمدًا عبدُهُ ورسولُهُ وأنّ عيسىٰ عبدُاللهِ ورسولُهُ وكلمتُهُ ألقاهَا إلىٰ مريمَ ورُوحٌ مِنهُ والجنةُ حقٌّ والنَّارُ حقٌّ، أدخلهُ اللهُ الجنة علىٰ ما كانَ مِن العمل'' قال الوليدُ وحدثنِي ابنُ جابرٍ عن عميرٍ عن جنادةَ وزادَ: ''مِن أبوابِ الجنةِ الثمانيةِ أيِّها شاءَ'' [البخاري كتاب أحاديث الأنبياء باب قوله تعالى ﴿يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم﴾] حضرت عبادہ بن الصامت ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص گواہی دے کہ اللہ اکیلا معبودِ برحق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، اور حضرت عیسیٰ ؑ اللہ پاک کا بندہ اور اس کا رسول ہے، اور اس کا کلمہ ہے جو حضرت مریمؑ کی طرف القاء کیا گیا، اور اسی کی طرف سے ایک روح ہے۔ اور جنت برحق ہے اور جہنم بھی برحق ہے۔ (ان حقائق پر پختہ ایمان کے ساتھ اقرار کرنے والا) جس عمل پر ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔'' راوی ولید کہتا ہے کہ مجھے ابن جابرؒ نے عمیرؒ سے اور عمیرؒ نے جنادہؒ سے یہ حدیث بیان کی جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے گا۔''

یہ ایک عظیم حدیث نبوی ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے اپنی پیاری امت کو ایک ایسی جامع دعا کی رہنمائی فرمائی ہے، جسے یاد کر کے، سمجھ کر، پکے یقین کے ساتھ زبان سے اقرار کرنے اور اس کا ورد کرنے والے کے لیے دو بہت بڑی خوش خبریاں دی گئی ہیں:

(۱) ''وہ جس عمل پر بھی ہوگا، اللہ پاک اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔'' اس فرمانِ نبوی سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ دعا کو پڑھنے والے کے اعمال میں کمی کوتاہی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس دعا کی بدولت اس سے درگزر فرما کر جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ ویسے جنت اور جہنم کے ''برحق'' ہونے کا بار بار اقرار کرنے کی بدولت اس سے برائیاں کم ہی سرزد ہوں گی۔

(۲) اسی نتیجہ خیز وِرد کی برکت سے اللہ عزوجل اس کے پڑھنے والے کو اختیار دے گا کہ جنت کے جس دروازے سے بھی داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث شریف کا تقاضا ہے کہ اس عظیم مبارک ورد کے پابند عامل کو جنت میں داخل فرمائے اور اسے داخلے کے لیے آٹھوں دروازوں میں سے انتخاب کا اختیار عطا فرمائے۔ اور یہ حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی حدیث کے ظاہراً مخالف ہے، جس کا تقاضا ہے کہ جنت میں داخل ہونے والے ہر خوش نصیب فرد کے لیے ایک ایک دروازہ مخصوص ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہر فرد اصل میں داخلے کے لیے دروازے کے انتخاب کا اختیار رکھتا ہے، لیکن جس عمل کی بندے کو توفیق زیادہ حاصل رہی ہو، اسی سے متعلقہ دروازے سے داخلہ اس کے لیے زیادہ فضیلت والا ہوتا ہے، لہٰذا وہ اسی دروازے کو اپنی مرضی سے اختیار کرتا ہے۔ وہ اس دروازے سے داخلے پر مجبور نہیں ہوتا، نہ اسے دوسرے دروازوں سے داخلے کی ممانعت ہوتی ہے۔ ایک اور احتمال یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے ایک خاص عمل کے انعام میں فراہم کردہ دروازے سے داخل ہونے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

یہ عظیم حدیث عقائد اسلامیہ میں سے ایک بڑی مقدار پر مشتمل ہے۔ یقیناً اس حدیث شریف نے وہ عقائد اکٹھے کیے ہیں، جن سے تمام مختلف ومتنوع کافر ادیان خارج ہو جاتے ہیں۔

لَآ إِلٰـهَ إِلا اللّٰهُ وحدَهُ لا شريكَ لـهُ: تمام کفار ومشرکین کو خارج کرنے والا عقیدہ ہے۔ حضرت نوح ﷤ کی ہلاکت زدہ قوم کے ذریعے شرک کے آغاز سے لے کر آج تک شرک میں مبتلا ہونے والے ادیان وفرق کسی نہ کسی مخلوق کو ''حاجت روا، مشکل کشا'' سمجھ کر اس سے فائدہ ملنے کی امید رکھتے اور اس کی ناراضگی سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ محسوس کرتے چلے آئے ہیں۔ انبیاء کرام ہر زمانے میں اس عقیدے پر زور دیتے رہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کا ہے، (مثلاً حاجت روائی، مشکل کشائی، علم ما كان وما يكون) وہ کوئی مخلوق نہیں کر سکتی۔

وأنَّ محمدًا عبدُهُ ورسولُهُ: تمام ادیانِ منسوخہ کے پیروکاروں یہود، نصاریٰ، صابئہ اور بت پرستوں وغیرہ کی تردید ہے، جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روزِ روشن سے واضح تر نبوت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور قادیانی کفار کی تردید ہے، جو خاتم النبیین ﷺ کے بعد ایک غدارِ ملت ہندوستانی کو نبی مان کر فرمانِ نبوی ''أنـا خـاتـمُ النبيينَ لا نبي بعدِي'' [صحيح مسلم] وغیرہ نصوص شرعیہ سے کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔